علماء کے خوف سے خطبات کا اردو ترجمہ نہیں کیا گیا

علماء خطبات کو اکبر کے دین الٰہی کا بروز سمجھتے تھے

جسٹس جاوید اقبال

[پاکستان اسٹڈی سینٹر کے سیمینار منعقدہ ۱۹۸۴ء میں جاوید اقبال کی تقریر ملاحظہ کیجیے اور ساحل کا تبصرہ بھی، جاوید اقبال کا متن نستعلیق میں ہے اور ہمارا موقف نسخ میں۔]

آپ کو شاید یہ بھی معلوم ہو کہ خطبات حضرت علامہؒ کی وہ کتاب ہے جو کہ سب سے زیادہ غیر معروف ہے اور جس توجہ کی یہ مستحق تھی وہ اس کو اب تک نہیں دی گئی۔ اس کی کچھ اہم وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ یہ خطبات دراصل اُن مسلمانوں کے لئے تحریر کئے گئے تھے جو نئی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ [یہ بھی افسانہ ھے کہ خطبات نئی نسل کی سمجھ میں نہیں آتے خود جاوید اقبال نے زندہ رود میں لکھا ھے کہ اس کی زبان عسیرالفھم ھے اور بار بار تعاقب کے باوجود کچھ سمجھ میں نہیں آتا. کئی مقامات پر انگریزی زبان میں استدلال ناقابل فھم ھے اور معانی صاف نہیں ھوتے. پروفیسر کرار حسین کا خیال ھے کہ بھت کم آدمیوں نے خطبات کو پڑھا ھوگا اس کتاب کو پڑھنا اور سمجھنا بھت مشکل ھے کھیں کھیں تو اپنے آپ کو ھی سمجھانا پڑتا ھے کہ ھاں اب سمجھ گئے آگے چلو [۳۱۳، دیکھئے "اقبال" پاکستان اسٹڈیز سینٹر] خود علامہ اقبال خطبات کے بھت سے مقامات کے بارے میں یھی رائے رکھتے تھے نذیرنیازی کے حوالے سے اسرار سھاروی نے لکھا ھے کہ جب نذیر نیازی نے اقبالؒ سے بعض مقامات کے مطالب سمجھنا چاھے تو حضرت علامہ نے فرمایا نذیر یہ مقامات وہ ھیں جن پر خود غور و فکر کرتا ھوں تو ذھن پر واضح نہیں ھوتے، نامعلوم کسی وجدانہ کیفیت میں میں نے یہ باتیں لکھیں. یہ تمام مقامات وجدانی ھیں، فکری نہیں، وجدان کے

ذریعے سے ھی گرفت میں آسکتے ھیں، انھیں پڑھتے رھو کبھی تم پر بھی اگر میری جیسی وجدانی کیفیت طاری ھوئی تو کشف کے طور پر ظاھر ھوجائیں گے لیکن تم محسوس کرسکو گے ان کا اظھار یا ابلاغ نہ کرسکو گے. یہ بالکل معرفت کا سا معاملہ ھے. نذیر نیازی نے اس پر تبصرہ کرتے ھوئے کھا تو حضرات وہ وجدان مجھے ابھی تک حاصل نھیں ھوا. [اقبالیات تفھیم و تجزیہ، ص ۵۳] گویا اقبال کے خطبات نئی نسل کے لیے بے کار ھیں اگر خطبات وجدان اور کشف کا معاملہ ھے تو یہ جدید سائنس کی اقلیم سے خارج ھوگئے پھر کشف کی تائید و تصدیق کا ذریعہ صاحب کشف کی ذات کے سوا کوئی نھیں لھذا اگر کشف درست بھی ھے تو صاحب کشف کے لئے حجت ھے عامۃ الناس کے لئے نھیں خطبات اگر نسل نوع کے لئے ھیں تو وہ وجدان اور کشف کوغیر عقلی سمجھتی ھے جب بھت سے مقامات نذیر نیازی کی سمجھ میں نھیں آسکے تو نسل نو کیا سمجھے گی؟ دوسرا اھم ترین سوال یہ ھے کہ اقبال کا دعویٰ ھے کہ ھم ذات رسالت مآبؐ سے آج بھی ماضی کی طرح براہِ راست استفادہ کرسکتے ھیں تو کیا حضرت اقبالؒ نے خطبات تحریر کرتے وقت یا نظر ثانی سے پھلے یا اس کے دوران رسالت مآبؐ سے استفادہ کیا تھا یا نھیں اگر استفادہ کیا تھا تو اس کی سند کیا ھے؟ کیا یہ استفادہ صرف اقبال کے لئے حجت ھے یا جمیع مسلمین کے لئے بھی؟ اقبال اکادمی کے ناظم نے اس مسئلے پر کوئی روشنی نھیں ڈالی اگرخطبات کے مباحث محض معرفت اور وجدان کے ذریعے سمجھ میں آسکتے ھیں تو نئی نسل کا معرفت سے کیا تعلق ھے. لھٰذا جاوید اقبال کا یہ مقدمہ خودمنھدم ھوجاتا ھے کہ یہ خطبات نژاد نو کے لیے لکھے گئے تھے. خطبات اقبال کے ادق، عسیر الفھم ھونے کے بارے میں مزید شھادتیں اقبال اکادمی کی کتاب اقبالیات تنقیدو تجزیہ میں پیش کی گئی ھیں. "یہ بھی تسلیم کیا گیا ھے کہ خطبات میں خامیاں، کوتاھیاں، فرو گزاشتیں موجود ھیں، خطبات میں پیش کردہ اقبال کے خیالات و تصورات کو عرب علماء کی اکثریت نے قرآنی آیات و نصوص کے خلاف قرار دیا ھے. ڈاکٹر البھی کے اعتراضات کی سعید اکبر آبادی نے تاویل کرنے کی کوشش کی ھے. ڈاکٹر عبداللہ کے خیال میں خطبات کو شرحوں اور قطعی وصحیح حواشی کے بغیر زیر مطالعہ نھیں لایا جاسکتا. یہ صرف صاحب اختصاص فلسفی سمجھ سکتے ھیں، پھر اقبال نے خطبات کس کے لیے لکھے ھیں؟ جسٹس جاوید اقبال اپنی ھی اکادمی کی

کتاب پڑھ لیتے تو یہ دعویٰ نہ کرتے، ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا کہ خطبات نئی نسل کے لیے نیا علم کلام ہیں، اس کے بغیر ایمانیات کا تحفظ ممکن نہیں، بے کار بات ہے. یہ عجیب علم الکلام ہے جو نہ اپنے عہد کے علماء و فضلاء کی سمجھ میں آیا نہ نئی نسل سمجھ سکی اور پرانی نسل تو خیر اس کے فہم و شعور سے ہی عاجز تھی، ساحل]

اقبال نے تو صاف الفاظ میں کہا ہے کہ وہ نسل نو یعنی ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بے کار اور واجب القتل سمجھتے ہیں۔مزدور پیشہ ودکاندار مسلمانوں سے وہ پرامید تھے۔انھوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر وہ قرون وسطی کے ڈکٹیٹر بن جائیں تو تعلیم یافتہ مسلمانوں کے گروہ کو ہلاک کر دیں.[اقبال کے حضور میں مرتبہ خواجہ عبدالوحید نقوش اور جریدہ شمارہ ۳۳ جس میں خواجہ عبدالوحید کی ڈائری مرتبہ مشفق خواجہ میں جدید نسل سے متعلق اقبال کے فرمودات شامل ہیں. ساحل]دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علامہ کو اس بات کا احساس تھا کہ جدید تہذیب کا جو نظریۂ اقدار ہے اس سے مسلمانوں کی نئی نسلیں علیحدہ نہیں رہ سکتیں۔لہٰذا اس تغیر کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ضروری تھا کہ مسلمان، مسلمان بھی رہیں اور جدید بھی ہوں۔

خطبات کے اردو ترجمے میں تساہل کیوں کیا گیا:

اور تیسری بات یہ ہے کہ اس کتاب سے علماء بہت ناراض تھے بلکہ اس کا اردو ترجمہ کرنے میں بھی اگر تساہل ہوا تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اگر اس کا اردو ترجمہ ہوا تو ممکن ہے علامہ اقبال پر علماء اعتراض کریں جیسے کہ یہ اکبر کی طرح کا کوئی دینِ الٰہی یا کوئی نیا مذہب یا مذہب کی کوئی نئی تاویل پیش کرنے کی کوشش ہو۔ چنانچہ اس پر اعتراضات بھی ہوئے۔[جاوید اقبال کی شہادت ہے کہ ترجمے میں اقبال نے جان بوجھ کر تساہل برتا کیوں کہ علماء خطبات کو دین الٰہی کے مساوی سمجھتے تھے لیکن سہیل عمر اور خرم شفیق کا اصرار ہے کہ اقبال کسی سے نہ ڈرتے تھے اور علماء سے خوف زدہ نہ تھے سہیل عمر یہ بھی بھول گئے کہ خواجہ حسن نظامی کے خوف سے اسرار خودی کا دیباچہ حذف کر دیا گیا تھا جب کہ اقبال نے اس اردو دیباچے کے تمام خیالات نکلسن کے ذریعے اسرار خودی کے انگریزی دیباچے میں لکھوا دیے،خطبات کے ترجمے کے سلسلے میں اقبال کے تین موقف اقبالنامے میں ملتے ہیں. ۲۲/ اگست ۱۹۲۲ء کو سلیمان ندویؒ کے نام خط میں حضرت علامہ اقبالؒ لکھتے ہیں کہ میرے لکچر آکسفورڈ یونیورسٹی چھاپ رہی ہے. اردو ترجمہ نیازی صاحب نے ختم کرلیا ہے، اس کی طباعت بھی عنقریب شروع ہوگی [خط نمبر ۲۸ اقبالنامہ پہلی جلد ناشر شیخ اشرف ۱۹۴۶ء]

۲۵/ اپریل ۱۹۲۹ء کے خط میں سلیمان ندویؒ کو لکھتے ھیں لکچروں کا ترجمہ انشاء اللہ کیا جائے گا [خط نمبر ۴۳] ۵/ دسمبر ۱۹۲۸ء کو غلام پھیک نیرنگ کے نام لکھتے ھیں "باقی رھا لکچروں کے ترجمے کا کام سو یہ کام ناممکن نھیں تو مشکل اور ازبس مشکل ضرور ھے ..... میں خیال کرتا ھوں کہ اردو خوان دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پھنچے کیونکہ میں نے بھت سی باتوں کا علم فرض کرلیا ھے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو پھلے سے حاصل ھے، تین لکچر امسال لکھے گئے، تین آئندہ سال لکھوں گا اور مدراس میں دسمبر ۲۹ یا جنوری ۳۰ میں دوں گا، [خط نمبر۳] ۱۹۲۲ء میں علامہ اقبال کا موقف ھے کہ لکچر چھپ رھے ھیں، ترجمہ ھوگیا ھے وہ بھی اشاعت کے لیے تیار ھے اب فرماتے ھیں کہ تین لکچر ۱۹۲۸ء میں لکھے گئے ھیں اور تین لکچر ۱۹۲۹ء میں لکھے جائیں گے یہ عجیب معاملہ ھے. نذیر نیازی فرماتے ھیں "۱۹۳۰ء میں دھلی واپس آیا اور عابد صاحب سے خطبات کے ترجمے کا ذکر چھیڑا انھوں نے باافسوس معذوری ظاھر کی، حضرت علامہ کو اس امر کی اطلاع کر دی اور منتظر رھا کہ وہ کیا ارشاد فرماتے ھیں، یوں بھی خطبات ابھی زیر طبع تھے. [پھلے ۱۹۲۲ء میں طبع ھو رھے تھے اور اس کا اردو ترجمہ نیازی صاحب نے ختم کرلیا تھا اور اس کی طباعت شروع ھونے والی تھی] ۴/اپریل ۱۹۳۰ء کو اقبال نے نذیرنیازی سے خط میں پوچھا "آپ کے دوست اردو ترجمہ کے لیے لاھور آسکیں گے یا نھیں، اگر وہ نہ آسکتے ھوں تو آپ خود یہ کام کرنے کو تیار ھیں یا نھیں [ص ۲۱، ۲۲ مکتوبات اقبال، مرتبہ سید نذیر نیازی، اقبال اکیڈیمی، ۱۹۵۷] اس متضاد موقف پر اگر سھیل عمر کی رائے لی جائے تو وہ خرم شفیق کی زبان میں کھیں گے کہ یہ سب جھوٹ ھے صرف کوئی ایک بات درست ھوسکتی ھے جیسا کہ امالی غلام محمد کے بارے میں ان کی رائے ھے لیکن اگر تطبیق کے اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو کیا ان پر یہ ظاھر متضاد آراء کی توجیھہ کی جاسکتی ھے، لیکن علامہ اقبال کے ان صریح بیانات کی کوئی توجیھہ ممکن نھیں. اس بات پر غور کی ضرورت ھے کہ ۱۹۲۲ء میں فرماتے ھیں کہ ترجمہ ھوگیا ھے اشاعت کے لئے تیارھے ۱۹۲۸ء میں فرماتے ھیں انشاء اللہ ترجمہ کیا جائے گا ۱۹۲۹ء میں فرماتے ھیں کہ اردو ترجمے کا فائدہ نھیں ھوگا نذیر نیازی کے مطابق ترجمے کا کام ۱۹۳۰ء میں شروع ھوا اب اقبال کا کون سا موقف درست ھے؟. ساحل]

سلیمان ندوی اور خطبات اقبال:

سلیمان ندوی کو خطبات کی اشاعت پسند نہ تھی[سوال یہ ہے کہ کیوں پسند نہ تھی بلا وجہ]۔علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے کہا کہ اس کتاب کو شائع نہ کیا جاتا تو بہتر تھا اور میں آپ کے سامنے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں جس میں وہ فرماتے ہیں:

''میں اقبال کو کوئی معصوم ومقدس ہستی اور کوئی دینی پیشوا اور امامِ مجتہد نہیں سمجھتا اور نہ ہی ان کے کلام سے استناد اور مدح سرائی میں حدِ افراط کو پہنچا ہوا ہوں جیسا کہ ان کے غالی معتقدین کا شیوہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ حکیم سنائی، عطار اور عارف رُومی آدابِ شریعت کے پاس اور لحاظ، ظاہر و باطن کی یک رنگی اور دعوت وعمل کی ہم آہنگی میں ان سے بہت آگے ہیں۔اقبال کے ہاں اسلامی عقیدہ وفلسفہ کی ایسی تعبیریں بھی ملتی ہیں، جن سے اتفاق کرنا مشکل ہے میں بعض پُر جوش نوجوانوں کی طرح اس کا بھی قائل نہیں کہ اسلام کو اُن سے بہتر کسی نے سمجھا ہی نہیں اور اس کے علوم وحقائق تک ان کے سِوا کوئی پہنچا ہی نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اپنے مقتدر معاصرین سے برابر استفادہ ہی کرتے رہے۔اُن کی نادر شخصیت میں بعض ایسے کمزور پہلو بھی ہیں جو اُن کے علم وفن اور پیغام کی عظمت سے میل نہیں کھاتے اور جنھیں دُور کرنے کا موقع انھیں نہیں ملا۔ان کے مدراس کے خطبات میں بہت سے ایسے خیالات و افکار بھی ہیں جن کی تعبیر وتوجیہہ اور اہلِ سُنّت کے اجتماعی عقائد سے مطابقت مشکل ہی سے کی جا سکتی ہے......یہ لیکچر شائع نہ ہوئے ہوتے تو اچھا تھا۔''[نقوش اقبال،ص۳۹،۴۰]۔

علماء خطبات کو اسلام کے لئے خطرہ سمجھتے تھے:

تو اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ہمارے یہاں برصغیر کے علماء قدامت پسندی کے سبب زندگی میں ہونے والے تغیر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے لہٰذا انھوں نے سمجھا کہ یہ خطبات مدراس آیندہ اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ان خطبات میں اقبال نے جس معاشرہ کا تصور پیش کیا تھا وہ اگر وجود میں آ جاتا تو اسلام کی وہ شکل یا کم از کم معاملات کی حد تک اس کی جس شکل سے ہم مانوس ہیں وہ شکل باقی نہ رہتی۔یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس کتاب پر شدید اعتراضات کیے ہیں۔ابھی چند ماہ ہوئے سعودی عرب کے شہر ریاض میں اس طرح کا ایک سیمینار ہوا تھا جس میں کہا گیا کہ اس کتاب میں کُفریات کے سوا کچھ نہیں مسلمانوں کو اسے نہ پڑھنا چاہیے۔**[سھیل عمر اور خرم شفیق کی تحقیق یہ ھے کہ علماء نے خطبات کی مخالفت نہیں کی ان کی مخالفت کی کوئی حیثیت نہیں تھی علماء خطبات سمجھ ھی نہ سکتے**

تھے. جاوید اقبال شہادت دے رھے ھیں کہ علماء خطبات کو اس وقت سمجھتے تھے اسے اکبر کا دین الٰھی جانتے تھے اور علماء نے اس کی مخالفت کی، سلیمان ندوی نے امالی غلام محمد میں یھی بات کھی ھے کہ خطبات آئندہ اسلامی معاشروں کو تھس نھس کرسکتے ھیں یھی بات جاوید اقبال نے کھی ھے لیکن خرم علی شفیق سلیمان ندوی کے اس اندیشے کوبے بنیادقرار دے رھے ھیں جاوید اقبال کے مطابق اسی خوف سے خطبات کا اردو ترجمہ نھیں کیا گیا. اقبال اکادمی کے نائب صدر اور ناظم کی آراء میں یہ تضاد و اختلاف ثابت کرتا ھے کہ اقبال اکادمی خود فکری انتشار کا شکار ھے، ساحل]

لیکن درحقیقت یہ نہایت اہم کتاب ہے۔دنیائے اسلام کے بعض مدبر اہل علم حضرات جن سے مجھے کبھی ترکی میں اور دمشق یا قاہرہ میں ملنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ کتاب اس قدر اہم ہے کہ گذشتہ تین سو سال میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی اور اس کی اہمیت روز بروز دنیائے اسلام میں بڑھتی جارہی ہے۔[اس کتاب کی اھمیت بڑہ رھی ھے یہ محض قصیدہ ھے جو کتاب جاوید اقبال نذیر نیازی اور کرار حسین کی سمجھ میں نھیں آئی وہ نئی نسل کیا سمجھے گی یہ درست ھے کہ عالمی استعمار امریکہ کی نظر میں اس کتاب کی اھمیت دن بدن بڑہ رھی ھے اسی لئے سلیمان ندوی نے درست کھا تھا کہ مستقبل کے اسلامی معاشروں کو تھس نھس کرنے کے لئے یہ کتاب کلیدی کردار ادا کرے گی جاوید اقبال نے سلیمان ندوی کے بیان کی مکمل توثیق کردی ھے لیکن سھیل عمر اور خرم علی سلیمان ندوی کی اس پیش گوئی کو محض خرافات اور لغو خیال ثابت کررھے ھیں، ساحل]۔

دین کے دشمن بادشاہ،علماء،صوفیاء جاوید اقبال:

کیونکہ حضرت علامہ کا تعلق برصغیر کی تاریخ کے اس عہد سے ہے جبکہ اصلاح کا عمل ان کی ولادت سے پیشتر شروع ہو چکا تھا۔شاہ ولی اللہ کے بعد سید احمد شہید سر سید احمد خان اور مولانا شبلی یہ برصغیر کی بعض ایسی معروف شخصیات تھیں جو حضرت علامہ سے سینئر تھیں یہ وہ حضرات تھے جنھوں نے اصلاح فکر کے ضمن میں کام کیا تھا اور یہ سب اقبال کے پیشرو تھے۔ان حضرات میں جمال الدین افغانی بھی شامل تھے۔جس وقت افغانی نے ۱۸۸۲ء میں حیدر آباد دکن میں پناہ لی،اس وقت حضرت علامہ کی عمر بارہ برس تھی اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ احیاء کا عمل اقبال کی ولادت سے پیشتر شروع ہو چکا تھا[شاہ ولی اللہ کو چھوڑ کر بقیہ تمام مفکرین جدیدیت پسند بلکہ متجھد دین تھے ان کے تجدد کی تفصیلات ساحل مارچ ،اپریل ،مئی

۲۰۰۵ء اور اپریل ، مئی ۲۰۰۶ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں ساحل]۔ چنانچہ اپنے پیش روؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اقبال نے یہ جاننے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے سامنے یہ بیان کرنے کی کوشش کی اور بڑی جرات کے ساتھ کوشش کی کہ مسلم معاشرے میں تنزل کا سبب کیا ہے۔ یہ بڑی دلچسپ چیز ہے۔ اس کے متعلق علامہ اقبال نے اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ یا امام غزالی کے بعد ایک ہزار سال میں پہلی مرتبہ یہ واضح کیا کہ تین منفی طاقتیں ہیں جن کے خلاف جہاد کی ضرورت ہے اور ان تینوں طاقتوں کے خلاف جہاد کے ذریعے ہی نیا مسلم معاشرہ وجود میں لایا جاسکتا ہے۔[یہ جاوید اقبال کے فکری موتی ہیں ان کو اقبال سے کوئی علاقہ نہیں، اقبال نے سلاطین اسلامیہ کے لیے جو کچھ شاعری کی ہے بلاوجہ نہیں وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ ع آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طوفان کے ہم ع سوا درومۃ الکبریٰ میں دلی یاد آتی ہے ع لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو ، ع اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں، خزاں میں مجھ کو رلاتی ہے یاد فصل بہار، رواں دریائے خوں امت کے زخمی دیدہ تر سے ، ساحل]اقبال کے نزدیک یہ تین منفی قوتیں ہیں: مطلق العنان ملوکیّت ،اور ملاّئیت اور تصّوف۔ اسی لئے وہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

اے کشتۂ سُلطانی و مُلاّئی و پیری

یہ تین شکست و ریخت کی قوتیں [disintegrating forces] ہیں جن کی وجہ سے ہمارا تنزل بحیثیت ایک معاشرے کے ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اقبال تنزّل کے عوامل کے طور پر ان تین چیزوں کا نام لیتے ہیں۔[کلام اقبال کے مطالعے سے جاوید اقبال کے موقف کی تردید ہوتی ہے اقبال نے ان اداروں کی کمزوری واضح کی ہے لیکن اقبال نے کبھی علماء اور صوفیاء کو دین کا دشمن نہیں بتایا وہ تمام عمر علماء سے استفادہ کرتے رہے اقبال نے تقلید سے انکار کرنے والوں کو اور مغربی نسل کو دین کا دشمن بتایا ہے وہ ان کالے انگریزوں سے خائف تھے جو میکالے کے نظام تعلیم سے نکل رہے تھے .ساحل]یہاں میں ان کا ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں۔ یہ اُن کے ایک مقالہ میں سے ہے۔[Islam and Ahmadism] اِس میں سر سید احمد خان، شیخ محمد عبدُہ اور بغلول پاشا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

It may, however, be asked what...exactly was the objective of these great Muslims. answer is that they found the world of Islam ruled by three main forces and they concentrated their whole energy on creating

a revolt against these forces:

1. ***Mullaism**:...during the course of centuries...they became extremely conservative and would not allow any freedom of Ijtihad...thus the first objective of the nineteenth century Muslim reformers was a fresh orientation of the faith and a freedom to reinterpret the law in the light advancing experience.*
2. ***Mysticism**: Mysticism had fallen down to a mere means of exploiting the ignorance and credulity of the people...the nineteenth century reformers rose in revolt against this mysticism and called Muslims to the broad daylight of the modern world... Their mission was to open the eye of the Muslim to the spirit of Islam which aimed at the conquest of matter and not flight from it.*
3. ***Muslim Kings**: The gaze of Muslim Kings was solely fixed on their own dynastic interests and so long as these were protected, they did not hesitate to sell their countries to the highest bidder. To prepare the masses of Muslims for a revolt against such a state of things in te world of Islam was the special mission of Syed Jamal-ud-Din Afghani". [Iqbal: Islam and Ahmadism].*

سلطانی ملائی پیری صرف تین مسئلے:

تو اب ظاہر ہو گیا کہ حضرت علامہ کے سامنے جو مسائل تھے وہ کیا تھے۔یعنی سُلطانی،ملّائی اور پیری۔ اقبال کا مقصد یہ تھا کہ ان تینوں کی اصلاح کی جائے مثلاً وہ دینیات کے علوم میں اصلاح کے خواہش مند تھے اور اس ضمن میں ان کی خواہش تھی کہ نیا علم الکلام وجود میں لایا جائے۔کیونکہ اب جو دَور ہے اس میں انسان کا تجربہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔بِالخصوص سائنس نے جو ترقی کی ہے،اس کی روشنی میں ایک نئے علم الکلام کی ضرورت

ہے اور اس نئے علم الکلام کے بغیر آپ نئی نسل کے مسلمان کا ایمان مستحکم نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ان کی خواہش تھی کہ تصوّف میں بھی ایک انقلاب آئے۔ چنانچہ جب انھوں نے اپنے اِن خطبات کی طباعت کے لئے تعارف لکھا تو وہ اپنے اس انقلابی تصور کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ مطلق العنان حکمرانی کو ختم کر کے جمہوریت کی طرف آیا جائے۔ یہاں اُن کا مقصد اسلام کی اصل رُوح کی پاکیزگی کی طرف لوٹنا ہے۔[**جاوید اقبال کا بیان درست نہیں کیونکہ وہ تمام عمر سلاطین ملا اور پیروں سے گھرا ربط رکھتے تھے عقیدت بھی محبت بھی اقبالنامے میں سلاطین، صوفیا علماء کے نام اقبال کے خطوط کا مطالعہ اور اقبال کے روابط کا جائزہ لیا جائے اور کلام اقبال کو گھری نظر سے دیکھا جائے تو جاوید اقبال کے تمام الزامات رد ہوجاتے ہیں.ساحل**]

روایت، عوامی اسلام اصلاحی اسلام: تین دھارے:

میں نے ہمیشہ اس ضمن میں تین اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ جس کو اقبال ملّائیت کہتے ہیں۔ اس کو میں روایتی نقطۂ نگاہ کہتا ہوں جس کو اقبال پیری کہتے ہیں۔ اس کو میں عوامی اسلام کہتا ہوں اور وہ لوگ جو پاکستان کو معرضِ وجود میں لائے ان کے بارے میں میرا کہنا ہے کہ وہ اصلاحی اسلام کے قائل تھے۔ اس طرح میرے ذہن میں یہ تین اصطلاحیں ہیں۔ ہمارے یہاں جو معاشرتی کشمکش[social struggle] جاری ہے۔ وہ ان ہی تین طبقوں کے درمیان ہے ایک تو عوامی اسلام کا طبقہ ہے۔ دوسرا اصلاحی اسلام کا طبقہ ہے اور تیسرا روایتی اسلام کا طبقہ ہے۔ یہ کشمکش بڑے عرصے سے جاری ہے کیونکہ ہمارے ناخواندہ عوام قرآنِ مجید کو پڑھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔ پتہ نہیں انھیں پوری نماز بھی آتی ہے یا نہیں۔[**بے چارے جاوید اقبال تو نہ عربی جانتے ھیں نہ فارسی اردو بھی کم زور ھے اپنے ابا کے جنازے کا منظر کھینچتے ھوئے لکھتے ھیں "جنازہ خراماں خراماں آرھا تھا" بے چارے اپنے والد کے فارسی اردو شعر بھی نھیں سمجھ سکے "مارچنگ بیل" بانگ درا کے انگریزی ترجمے کا دیباچہ بتاتا ھے کہ جاوید اقبال فارسی جانتے ھی نھیں مگر اقبال اکادمی کے تاحیات نائب صدر ھیں خود جاھل ھیں اور عوام کو علماء کو صوفیاء کو جاھل کھہ رھے ھیں مجتھد بننے کا دعویٰ ھے لیکن نہ اسلام جانتے ھیں نہ عربی نہ فارسی ایبٹ کی کتاب کا حوالہ ساحل کے ستمبر کے شمارے میں آچکاھے، جاوید اقبال کی جھالت سے متعلق مشفق خواجہ اور تحسین فراقی کے مضامین ستمبر کے ساحل میں ملاحظہ کیجیے، ساحل**] یہی عوامی اسلام ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا جو پیر [زندہ یا مردہ] ہے وہی ہماری شفاعت کرسکتا ہے۔ جہالت کی وجہ سے یہ تصوّر ان میں بہت پختہ ہو چکا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک زمانے میں جب تعلیم عام ہوجائے تو یہ عوامی شکل جو اسلام کی ہے وہ نہ

رہے لیکن جب تک تعلیم عام نہ ہوگی، یہی صورت رہے گی۔ سیاست دان بھی اسی کے ذریعے عوام کا استحصال کرسکتا ہے اور اسی بالادستی یا فوقیت [privilege] کو روایتی اسلام کے علمبردار بھی استعمال کرتے ہیں اور اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، لیکن اگر کوئی طبقہ پڑھے لکھوں کا رہ جاتا ہے تو وہ وہی ہے جس کا تعلق اصلاح سے ہے اور جس کا نقطۂ نگاہ اصلاحی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے لہٰذا اصلاحی طبقہ جو ہے اس کی نشوونما کے لئے ابھی بڑا وقت درکار ہے [اصلاحی طبقے سے مراد جاوید اقبال سیکولر طبقہ لیتے ھیں جو شراب کی چسکی لگانا اسلام سمجھتا ھے کیونکہ جاوید اقبال کے خیال میں شراب حرام نھیں اگر شراب نشہ نہ کرے تو کوئی حرج نھیں یہ اصلاحی اسلام ھے. اس اسلام کی تشریح کرتے ھوئے جاوید اقبال نے ایک انٹرویو میں کہا کہ اگلی صدی میں عبادات کا نظام بھی تغیر پذیر ھوسکتاھے اسلام بمقابلہ مغرب دارالتذکیر] اقبال زندہ ھوتے تو اس اصلاحی اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے، ساحل] میں ابھی آپ کے سامنے بیان کروں گا کہ حضرت علامہ کے ہاں مسلم معاشرے کا جو تصور ہے اس کے عناصر ترکیبی کیا ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہم ابھی اس اصلاحی اسلام سے کتنے دُور ہیں۔ آپ نے پاکستان حاصل کرتو لیا ہے لیکن اسے جدید اسلامی ریاست بنانے کے لئے شاید ابھی کچھ زیادہ وقت لگے گا۔

اقبال سمجھتے تھے کہ جب تک یونانی مفکرین کا مسلمانوں پر اثر رہا تو یونانی مفکروں کے زیرِ اثر مسلم مفکرین بھی قیاسی علوم [speculative soiences] کی طرف متوجہ رہے لیکن جب ان کی توجہ قرآن کی طرف مبذول ہوئی تو انھوں نے محسوس کیا کہ قرآن انھیں تجرباتی طریقہ [experimental method] اختیار کرنے کو کہہ رہا ہے کیونکہ قرآن میں بار بار اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم تدبّر کرو، سوچو ہم نے تمہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں دی ہیں، سُننے کے لئے کان دیے ہیں، تم ان کو استعمال میں لاؤ۔ یعنی حواسِ خمسہ کے ذریعے مشاہداتی علوم جن کو کہتے ہیں وہ حاصل کئے جائیں جب مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں تو انھوں نے مشاہداتی علوم کی بنیاد رکھی جو قیاسی علوم سے بالکل مختلف ہیں اور یہی مشاہداتی علوم ہیں جنھوں نے مغرب میں جا کر جدید سائنس کی بنیاد رکھی اور ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے عروج تک پہنچے۔ [یہ سب قیاسات اور خرافات ھیں یونانی علوم کی آمد سے پہلے یعنی پہلی صدی ھجری تک صحابہ سے لے کر تبع تابعین تک قرآن و سنت ھی اصل روحانی طاقت تھے کوئی یونانی فلسفہ کو نھیں جانتا تھا اس دور میں مشاھداتی علوم کی بنیاد کیوں نہ رکھی گئی کیا کوئی نبی یا صحابی سائنس داں، فلسفی یا کسی شے کا موجد تھا کس نبی نے مشاھداتی علوم میں کمال حاصل کیا اس کا مطلب یہ ھے کہ خدانخواستہ تمام انبیاء صحابہ ناکام تھے جاوید اقبال مغرب کے فلسفے

سے ناواقف ھیں. انھیں یہ بھی معلوم نھیں کہ مغرب میں حضرت عمرؓ ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ، جنیدؒ بغدادی ،غزالیؒ کیوں پیدا نھیں ھوسکتے اور مشرق میں نیوٹن، ڈیکارٹ، کانٹ کیو ںنھیں پیدا ھوسکے جاوید اقبال کو مغرب اور اسلام کی علمیات مابعد الطبعیات کا پتہ نھیں شخصیت علمیت سے پیدا ھوتی ھے مغرب کے تصور علمیت سے مغربی شخصیت پیدا ھوتی ھے اور اسلام کے تصور علمیت سے اسلامی شخصیات ، ساحل]اس اعتبار سے اقبال سمجھتے ہیں کہ مسلمان سائنس کے اصل موجد ہیں اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر ہم مغرب سے سائنس اور ٹیکنالوجی لے لیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ ہم کسی دوسرے تمدّن کی چیز اپنا رہے ہیں بلکہ وہی کچھ لے رہے ہیں جو کہ عالمِ بیداری میں اُنھوں نے ہم سے لیا تھا[یہ بھی بے کار خیال ھے سید سلیمان ندوی نے امالی غلام محمد میں اقبال کے اس غلط تصور کی دھجیاں اڑا دی ھیں اگر سائنس کے موجد مسلمان ھیں تو اھرام مصر کے موجود کون تھے ، یہ سب خرافات ھے ، مسلمان اھرام جیسی کوئی عمارت نہ بنا سکے بنانا تو دور اس اھرام کی نقل بھی نھیں کرسکے . رسالت مآبؐ کے عھد میں ایران، روم، عاد و ثمود کی جو عظیم الشان عمارات تھیں ان میں سے کوئی عمارت صحابہ کرام کے پاس نہ تھی یہ کیا پیمانہ ھے ،کھجور کے تنوں پر قائم مسجد نبوی، چھوٹے چھوٹے حجروں میں رھنے والے خلفائے راشدین کنکر اور پتھر پر سونے والی قیادت نے روم و اریران کو فتح کرلیا فتح کے وقت مدینۃ النبی میں نہ کوئی اسکول تھا نہ کالج نہ کوئی کتب خانہ، نہ اسلحہ کی فیکٹری نہ ایجادات کا انقلاب جب مسلمان کسریٰ کے دربار میں گئے تو وہ ان کی غربت و حالت دیکھ کر ھنستے تھے کہ یہ ھمیں فتح کرنے آئے ھیں. ساحل]تو اس اعتبار سے وہ محسوس کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے علومِ اسلامیہ کا علومِ جدیدہ سے ٹوٹا ہوا ذہنی رابطہ از سرِ نو جوڑا جائے۔اس طرح اصلاحِ فکرِ دینی کا ایک پہلو یہ بھی بہت اہم ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نیا مسلم معاشرہ اس وقت تک وجود میں نہیں آ سکتا جب تک کہ علومِ جدیدہ کی علومِ اسلامیہ کے ساتھ وابستگی واضح طور پر نہ کی جائے،اور اس حقیقت کا انکشاف کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے کہ آپ کسی بھی سائنس کی تاریخ پڑھ لیں،اس میں پہلے مسلمانوں ہی کے نام آتے ہیں بلکہ بعض سائنسیز تو ایسی ہیں جو اب تک اپنے پُرانے اور اصلی عربی ناموں ہی کے ساتھ شناخت کی جاتی ہیں،مثلاً آپ ریاضیات میں الجبرا پڑھتے ہیں یہ ایجاد ہی مسلمانوں کی تھی اور اس کو آج بھی الجبرا ہی کہا جاتا ہے۔اسی طرح کیمسٹری کی اصطلاح ہے جو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کا مآخذ کیمیاء ہے۔بے شمار اسی قسم کے الفاظ ہیں، جو سائنس کی دنیا میں، بالخصوص آنکھوں کی سائنس میں [optics] یا فزکس میں جو اصطلاحیں مستعمل ہیں وہ عربی زبان ہی

سے لی گئی ہیں۔[جاوید اقبال سترھویں صدی سے پہلے کی تمام سائنسی ترقیوں سے ناواقف ھیں. انھیں معلوم ھی نھیں کہ مابعد الطبیعیات اور علمیات بدلنے سے شخصیت بھی بدل جاتی ھے، سائنس بھی بدل جاتی ھے، سوچنے سمجھنے کے پیمانے ھی نھیں سونے اور جاگنے کے اوقات بھی بدل جاتے ھیں.علم ریاضی کا تعلق عربوں سے نھیں ھندوستان سے ھے اھرام مصر میں علم ھندسہ کا جو استعمال کیا گیا وہ مسلمانوں سے چار ھزارسال پھلے کا قصہ ھے اس وقت نہ قرآن تھا نہ اسلام نہ رسول عربیؐ جدید سائنس کو مسلمانوں کی ایجاد کھنا معذرت خواھانہ ذھنیت کے سوا کچھ نھیں ، ساحل]

سیاسی آزادی کے ساتھ اقتصادی آزادی اور ٹیکنالوجیکل آزادی کی ضرورت ہے۔ [آزادی طشتری میں نھیں مل جاتی مغرب نے سائنس و ٹیکنالوجی مفت میں حاصل نھیں کی. براعظموں کی لوٹ مار، کھربوں روپے کی دولت جمع کی تب سائنس کا پھیہ چلا. آج بھی سائنس سرمایہ دارانہ نظام کے باعث چل رھی ھے، سائنس کو سرمایہ داری سے الگ کیجیے ترقی ایک لمحے میں ختم ھوجائے گی، ساحل] اگرایسانہیں تو غلامی ہےاور غلامی کے عالم میں کوئی عمل کارگر یا سودمند نہیں ہوتا۔اس سلسلہ میں وہ ایک جگہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک ترک مجاہد میرے ساتھ نماز پڑھنے گیا تو اس نے دیکھا کہ ہندی مسلمان بہت لمبا سجدہ کرتا ہے۔اس نے پوچھا کہ اتنا لمبا سجدہ آپ لوگ کیوں کرتے ہیں، تو اقبال نے اس کا جواب دیا کہ غلاموں کے پاس اس کے سِوا اور کام ہی کیا ہے۔

کہا مُجاہدِ ترکی نے مجھ سے بعدِ نماز
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمہارے امام!

طویل سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے
ورائے سجدہ غریبوں کو اور کیا ہے کام

تو سوال یہ ہے کہ صرف لمبے سجدے کرنے سے فائدہ نہیں ہوگا بلکہ سجدوں کے ساتھ قوت کا حاصل کرنا اقبال کے نزدیک بہت اہم ہے۔ بہرحال مسلم قومیت اور طاقت کے دو اہم اصولوں کو واضح کرنے کے بعد اقبال نے جدید ریاست کے اصولوں پر اپنے چھٹے لیکچر میں تفصیل سے بات کی ہے۔[جاوید اقبال کا یہ استدلال بھی لغو ھے علامہ اقبال نے طویل سجدے کو جس شاعرانہ انداز میں بیان کیا ھے اس سے داستان سرائی کرکے نماز اورسجدے اور نمازیوں اور دین دار لوگوں کی

تضحیک کا عنصر پیدا کرنا فرزند اقبال کا کمال ھے اقبال صرف یہ کھنا چاھتے ھیں کہ صرف نمائشی سجدہ کا کوئی فائدہ نھیں

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ھے
ھزار سجدوں سے دیتا ھے آدمی کو نجات
ملا کو جو ھے ھند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ھے کہ اسلام ھے آزاد

ان اشعار کا مقصدسجدہ کی حقیقت سے آگاہ کرناھے سجدہ محض جسمانی مشق نھیں یہ ایک روحانی عمل ھے خدا کی بارگاہ میں جو پیشانی سچے جذبے سے سجدہ ریز ھوجائے کائنات اس کے سامنے سجدہ کرتی ھے وہ جبین جو خالق ارض و سماء کے سامنے صدق دل سے جھکتی ھے وہ کسی اور آستانے پر جھکنے کا تصور ھی نھیں رکھتی جو اللہ کے حضور جھک جاتا ھے وہ پوری کائنات کو جھکا دیتا ھے اسی لئے شاعر نے کھا ھے کہ

غلام قوم کا سجدہ حرام ھوتا ھے

کسی قوم کے غلام ھونے کا مطلب یھی ھے کہ وہ قوم اللہ کی نظر میں بے کار ھوگئی. حضرت ابوالدرداء جزیرہ قبرص کی فتح پررورھے تھے سبب پوچھا گیا خوشی کا موقع اور آپ رورھے ھیں فرمایا: اے جبیر تیرا بھلا ھو اس مخلوق نے جب اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا تو یہ اللہ کے ھاں کتنی بے قیمت ھوگئی ھے اللہ نے ان پر غلامی مسلط کردی اور جب کسی قوم پر غلامی مسلط ھوجائے تو سمجھ لو کہ اللہ کو ان کی ضرورت نھیں رھی، فتح مصر میں تاخیر پرحضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ دنیا کی محبت فتح میں تاخیر کا سبب ھوسکتی ھے تم مغلوب صرف گناہ کی وجہ سے ھوسکتے ھو، جاوید اقبال سمجھ لیں کہ گناہ گار عالم اسلام کبھی سائنس ٹیکنالوجی سے غالب نھیں ھوسکتا گناہ کو جدیدیت پسند، سیکولر اور جاوید اقبال جیسے نادان مفکر کوئی اھمیت نھیں دیتے قوموں کے عروج و زوال میں سائنس و ٹیکنالوجی نھیں گنا ھگاروں کی فوج ظفر موج بنیادی کردار ادا کرتی ھے عالم اسلام کو اقبال کے مرد مومن کی ضرورت ھے اقبال کے فرزند ارجمند کی نھیں کیا کسی نبی نے فریق مخالف پر سائنس و ٹیکنالوجی سے غلبہ پایا ھے، ساحل]